خواتین کی ملازمت اسلامی نظام میں

مؤلف: ساجدہ العبد الخانی

مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

مقدمہ

موجودہ دور میں بڑی تیزی سے سماجی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جن میں سے ایک خواتین کی زندگی میں واقع ہونے والی تبدلیاں ہیں۔ان تبدیلیوں کی بدولت خواتین سے متعلق ہماری طرز فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور اپنی ذات، سماج اور خاندان سے متعلق ان کی ذمہ داریوں میں فرق پیدا ہوا۔خواتین کی زندگی میں رونما ہونے والی سب سے اہم تبدیلی ان کی ملازمت یا کسب معاش ہے۔اس مقالہ میں ہم خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں اسلام اور فقہائے امامیہ کے آراء و نظریات بیان کریں گے۔

اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کی ملازمت اسی شرط پر قابل قبول ہے کہ جنس مخالف سے کم سے کم روبرو ہونا پڑے اور اس کے گھریلو اور مادرانہ ذمہ داریوں پر کوئی حرف نہ آنے پائے ورنہ خواتین کا ملازمت کے لئے گھر سے باہر نکلنا قابل قبول نہ ہوگا۔

خاندان اور فیملی سب سے چھوٹی سماجی اکائی ہے اور میاں بیوی اس کے بنیادی ارکان ہیں۔اسلامی نقطہ نظر سے یہ اکائی سب سے مقدس سماجی اکائی ہے اور انسان کے رشد و ترقی میں اس کا سب سے اہم کردار ہوتا ہے۔دین اسلام نے عورت اور مرد دونوں پر الگ الگ ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔کسب معاش کی ذمہ داری مرد پر رکھی گئی ہے اور امور خانہ داری اور تربیت فرزند خواتین سے متعلق کئے گئے ہیں۔اسلام کی نظر میں خاندان کی بنیادوں کی حفاظت اور نئی نسل کی پرورش کی بڑی اہمیت ہے۔

خواتین کی ذمہ داریوں کے دو مختلف پہلو ہیں: ایک وہ جو گھریلو امور جیسے بچوں کی تربیت، کھانا پکانا وغیرہ سے متعلق ہے اور دوسرا پہلو گھر سے باہر ان کی ملازمت یا کسب معاش ہے۔اس مقالہ میں ہم خواتین کی ملازمت

کو فقہی نقطہ نظر سے بیان کریں گے کیونکہ خواتین کی ملازمت کے مسئلہ کو فقہی منابع میں باب نکاح اور حقوق شوہر کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔

خواتین کی ملازمت کا مسئلہ آج کے دور کے مبتلا بہ مسائل میں سے ہے۔ اقتصادی اور سماجی ضروتوں کے تحت خواتین ملازمت اور کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلتی ہیں۔اس مسئلہ سے متعلق دو نظریات پائے جاتے ہیں۔ ایک کا نظریہ افراط پر مشتمل ہے تو دوسرا تفریط پر۔ پہلا نظریہ مغربی معاشرہ کا ہے جنہوں نے عورتوں کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکالا، جس کے نتیجہ میں خاندان اور بچوں کی تربیت پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے اور طلاق جیسے مسائل پیدا ہوئے۔ دوسرا نظریہ مشرقی اور بعض روایتی معاشروں کا ہے جنہوں نے غلط آداب و رسوم کے تحت عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید کر رکھا ہے۔اس مقالہ میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلامی سبک زندگی میں خواتین کو کن شرائط کے ساتھ ملازمت کی اجازت دی گئی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق خاندان کی معاشی ضروریات کو پورا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے اور اس سلسلہ میں خواتین پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔ازدواج دائم میں عورت کے نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ نفقہ سے مراد رہنے کے لئے مکان، خوراک اور پوشاک اور ان سے متعلق دوسرے امور ہیں۔ حق مہر بھی مرد کے ذمہ ہے۔ خاندان کی معاشی امور سے متعلق عورت پر کوئی ذمہ دار نہیں ہے اگرچہ وہ مالی استطاعت بھی رکھتی ہو۔ عورت کی اصل ذمہ داری بیوی اور ماں کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام سے متعدد روایات نقل ہوئی ہیں جن میں مرد کی کسب معاش کے لئے حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس کا اجر و ثواب بتایا گیا ہے۔مثال کے طور پر پیغمبر اسلام (ص) سے روایت ہے کہ اپنے خاندان کے لئے حلال رزق کمانے والے مرد کا درجہ مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔ (مجلسی، ۱۴۰۳، ج ۱۰۳، ص ۱۲) جب کہ اس طرح کی تعبیر عورتوں سے متعلق بیان نہیں کی گئی ہے۔ مردوں سے سفارش کی گئی ہے کہ اپنی بیوی کے نفقہ اور اخراجات پورا کرنے میں سخاوت سے کام لیں اسی طرح خاص ایام جیسے عید کے موقع پر یا سفر سے واپسی پر ان کے نفقہ کا مزید خیال رکھیں۔

اگرچہ عورت پر گھر کی معاشی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی ہے لیکن وہ ملازمت کر سکتی ہے۔ بعض فقہاء نے بعض ادلہ کی بنیاد پر عورتوں کی ملازمت کو شوہر داری اور بچوں کی تربیت پر اثرانداز ہونے کے مترادف قرار دیا ہے

اسی وجہ سے عورتوں کی ملازمت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ان ادلہ میں اگرچہ بلاواسطہ عورتوں کو ملازمت سے منع نہیں کیا گیا ہے لیکن ان کا لازمہ یہ ہے کہ عورت کا ملازمت کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

خواتین کی ملازمت کے مخالفین کے دلائل

خواتین کی ملازمت کے مخالف حضرات کا یہ ماننا ہے اسلامی منابع میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ خواتین گھر میں شوہر داری اور بچوں کی تربیت کا اہتمام کریں نیز مردوں کو خاندان کا سرپرست اور ذمہ دار بنایا گیا ہے، اس کا لازمہ یہ ہے کہ خواتین گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اس نظریہ کے اثبات کے لئے ذیل میں کچھ دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔قرآن کریم

''الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ'' (سورہ نساء، آیت ۳۴)اس آیہ کریمہ کے مطابق مرد عورت کا ولی اور حاکم ہے اور اس فضیلت و برتری کا لازمہ یہ ہے کہ عورت کو گھر کی چار دیواری میں رکھے اور اسے گھر سے باہر جانے سے روکے۔(جصاص، ۱۴۰۵ھ، ج ۳، ص ۱۴۹) جس سے عورتوں کی ملازمت کی نفی ہوتی ہے۔بعض دانشوروں کا ماننا ہے کہ شوہر کی طرف سے بیوی کے اخراجات پورے نہ ہونے کی صورت میں بھی عورت پر واجب نہیں ہے کہ وہ ملازمت کرے بلکہ وہ عقد نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔(قرطبی، ۱۴۰۵، ج ۵: ص ۱۶۹)

''وَ قَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى'' (سورہ احزاب، آیت ۳۳)اس آیہ مبارکہ میں عورتوں کو اپنی زینت کو ظاہر کرنے سے منع کیا جارہا ہے اور چونکہ گھر کے باہر ملازمت کرنے سے عورت کی زینت ظاہر ہو سکتی ہے لہٰذا عورتوں کو گھر سے باہر ملازمت کے لئے جانا منع ہے۔

''وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعاً فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ'' (سورہ احزاب، آیت ۵۳)

جب ہمیں کسی شئے کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم اسے وقتی طور پر پڑوسی سے عاریتاً مانگ لیتے ہیں۔ پیغمبر اسلام (ص) کا گھر بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں تھا اور پڑوسی کبھی کبھی ازواج رسول سے کچھ چیزیں قرض

لیتے تھے۔اس آیت میں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وہ لوگ اپنی ضرورت کا سامان پردہ کے پیچھے یا دروازہ کے پیچھے سے لیں۔اس آیت کاظاہری مفہوم بتاتا ہے کہ خواتین گھر کی چار دیواری میں رہیں اور مردوں کی نگاہوں کے سامنے نہ آئیں۔اور گھر سے باہر خواتین کی ملازمت کالازمہ یہ ہے کہ وہ مردوں کی نگاہوں کے سامنے آئیں لہٰذااس آیت کی رو سے عورت کوملازمت کی اجازت نہیں ہے۔

۲۔روایات

خواتین کی ملازمت کے مخالف حضرات ، اپنے مدعاکے اثبات کے لئے آیتوں کے علاوہ ایسی روایات سے بھی دلیلیں پیش کرتے ہیں جن میں بلاواسطہ عورتوں کوملازمت سے منع کیا گیاہے۔یہاں پران میں سے بعض ایسی روایتوں کو پیش کرتے ہیں:

پیغمبر اسلام (ص) نے سوال کیاکہ کس وقت عورت خدا سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے؟اس کے جواب میں جناب فاطمہ زہرا(س) نے فرمایا: جب عورت گھرکے اندرونی کمرے میں شوہر داری اور بچوں کی تربیت میں مشغول رہتی ہے۔(مجلسی، ۱۴۰۳، ج ۴۳، ص ۹۲)

امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ رسول خدا(ص) نے گھرکے اندرکے کاموں کو جناب فاطمہ (س) کے ذمہ کیا تھااور گھرکے باہرکے امور کو حضرت علی(ع) کے حوالہ کیا۔اس تقسیم بندی کے بعد جناب فاطمہ (س) فرماتی ہیں کہ اللہ جانتا ہے میں کتنی خوش ہوں۔کیونکہ رسول خداؐ نے مجھے مردوں سے متعلق امور سے بار رکھا۔(دشتی، ۱۳۷۲، ص۱۶۸)

حضرت علی(ع) نے عائشہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:'' امابعد فانک خرجت غاصبة الله و لرسوله تطلبین امرا کان عنک موضوعا، ما بال النساء و الحرب و الاصلاح بین الناس، تطلبین بدم عثمان؟و لعمری ان من عرضک للبلاء و حملک علی المعصیة اعم الیک ذنبا من قتلة عثمان فاتقی الله و ارجعی الی بیتک'' (حسینی طہرانی، ۱۳۶۶، ص۱۰۹)آپ گھر سے اس حال میں نکلیں کہ خدااور رسول کو غضب ناک کیااور ایسا عمل انجام دیاجو آپ کے ذمہ نہیں کیاگیا تھا۔عورتوں کوجنگ اور لوگوں میں صلح و مصالحت کرانے سے کیا تعلق۔عثمان کے خون کا بدلہ چاہ رہی ہیں؟۔قسم ہے اپنی جان کی! جس نے آپ کو اس مصیبت میں

ڈالا اور اللہ تعالی کی نافرمانی پر اکسایا، آپ کے نزدیک اس کا گناہ قتل عثمان کے گناہ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ اللہ سے خوف کریں اور اپنے گھر واپس چلی جائیں۔

قالت فاطمة:" خیر النساء ان لا یرین الرجال و لا یراھن الرجال" (مجلسی ، ۱۴۰۳،ج ۱۰۱،ص ۳۶) عورتوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد بھی انہیں نہ دیکھیں۔

جابر جعفی نے امام محمد باقر (ع) سے روایت کی ہے: فِیْما اَوصی صَلی اللهُ علیه و آله وَ سلم: "عَلیاً یا عَلِیَّ لَیْسَ علی النِسٰاءِ جُمعَةَ وَ لَا جَمَاعَةَ وَ لَا اذان وَ لَا اِقامة" (مجلسی، ۱۴۰۳ھ ج ۸۱، ص ۱۱۵) شارع کا یہ حکم ہے کہ عورتوں پر نماز جمعہ ، جماعت، اذان اور اقامت لازم نہیں ہے جب کہ مسجد میں نماز با جماعت ادا کرنے اور نماز جمعہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن ان سب کے باوجود شارع نے عورت کو حکم دیا ہے کہ ان جگہوں پر نہ جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ میں عورت کے ظاہر ہونے کے بارے میں شارع کا کیا نظریہ ہے اور ظاہر ہے کہ عورت کی ملازمت، مسجد میں نماز جماعت اور جمعہ سے زیادہ اہم نہیں ہے۔

ان آیتوں اور روایتوں کے علاوہ صاحب عروہ جیسے بزرگ فقیہ کا فتوی موجود ہے جنھوں نے عورت کو گھر میں قید کرنے کا فتوی دیا ہے: یُستَحَبُّ حَبسُ الْمراةِ فِی الْبَیتِ فَلَا تَخرُجَ اِلا لِضَرُورَةٍ وَ لَا یَدْخُلُ عَلیه اَحَدٌ مِنَ الرِّجَال (یزدی، ۱۳۶۶، ج ۵، ص ۴۸۳) عورت کو گھر میں قید کرنا مستحب ہے لہٰذا عورت بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ ہی کوئی اجنبی مرد اس کے گھر میں جائے۔

خواتین کی ملازمت کی حمایت کرنے والوں کے دلائل

پہلے نظریہ کے برخلاف خواتین کی ملازمت کی حمایت کرنے والوں نے مخالفوں کے دلائل کو رد کرنے کے علاوہ، خواتین کی ملازمت کو مختلف طریقوں سے جائز قرار دیا ہے:

نقضی جواب

۱. مرد کی برتری کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت ملازمت نہیں کر سکتی: خاندان پر مرد کی حاکمیت ہے اور زندگی کی ضروریات کو بھی وہی پوری کرتا ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے عورت ملازمت نہیں کر سکتی ہے۔ علامہ طباطبائی کے قول کے مطابق عورت پر مرد کی قیومت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت اپنی

جائداد میں حق تصرف نہیں رکھتی یا اپنے ذاتی اور سماجی حقوق میں وہ خود مختار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مرد عورت سے استمتاع کے بدلے مالی انفاق کرتا ہے لہٰذا عورت پر واجب ہے کہ اس کے موجود ہونے پر ہر اس چیز کی حمایت کرے جس کا تعلق جنسی مسائل سے ہے اور اس کی غیر موجودگی میں خیانت نہ کرے۔ (طباطبائی، ۱۳۴۰ھ، ج ۴، ص ۳۴۳)

آپ نے اپنی تفسیر کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سنت نبوی کی مثال دی ہے اور فرمایا ہے: سنت نبوی سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کو کسی بھی فردی اور اجتماعی حق سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ مختلف سماجی، معاشی اور تہذیبی امور میں حصہ لے سکتی تھیں۔ (طباطبائی، ۱۳۴۰ھ، ج ۴، ص ۳۴۶)

شیخ طوسی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مرد عورتوں کے حقوق کے ذمہ دار ہیں۔ (طوسی، ۱۳۸۷ھ، ج ۴، ص ۳۲۴)

دوسری بات یہ ہے کہ خاندان پر مرد کی حاکمیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عورتوں سے افضل یا برتر ہیں بلکہ خاندان کی حفاظت کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

-اللہ تعالی نے انہیں برتری عطا کی ہے: "بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" (نساء، آیت ۳۴)؛ "وللرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" (سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸)

-ان پر نفقہ کی ذمہ داری ہے: "بِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ" (نساء، آیت ۳۴)

مردوں اور عورتوں میں کچھ بنیادی فرق پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے خاندان کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ دوسری طرف افراد خانہ کے اخراجات کی ذمہ داری بھی مرد پر ہے۔

سورہ نساء کی ۳۴ آیت اور سورہ بقرہ کی ۲۲۸ آیت سے اگرچہ عورتوں پر مردوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن اس سے عورتوں کی ملازمت کی نفی نہیں ہوتی ہے اور عورتیں ایسے میدانوں میں ملازمت کر سکتی ہیں جو ان کے جسمانی اور نفسیاتی حالات سے سازگار ہو۔

۲۔ سورہ نساء کی ۳۴ آیت میں مرد کو اپنی بیوی کا نگراں بتایا گیا ہے اور اس کا دائرہ کار صرف خاندان کی حد تک ہے۔ کیونکہ آیت کی شان نزول خاندانی مسائل کے بارے میں ہے اور مرد کو اپنی بیوی کا نگراں صرف اس وجہ سے بنایا گیا ہے کہ وہ اس کے اخراجات ادا کرتا ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مرد جملہ امور میں اس

کا مالک ہے کیونکہ شرعی نقطہ نظر سے ازدواجی زندگی کے علاوہ مردوں کو دو موارد میں عورتوں پر تسلط حاصل ہے: ایک حاکمیت اور دوسری قضاوت اور ان میں کوئی بھی عورتوں کی ملازمت کے خلاف نہیں ہے۔ (طباطبائی، ۱۳۴۰ھ، ج ۴، ص ۳۴۸)

۳۔ میراث میں مرد کی برتری: بعض دانشوروں کا یہ ماننا ہے کہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۴ میں مذکور فضیلت میں ہر فضیلت شامل نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مرد کو میراث میں فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس سے پہلے کی آیتوں میں میراث کا تذکرہ چل رہا ہے اور اس کے بعد والی آیت بھی میراث سے متعلق ہے۔ (قرطبی، ۱۴۰۵ھ، ج ۵، ص ۱۶۹)

بعض مفسرین نے اس آیت کی شان نزول میں یہ تحریر کیا ہے جاہلیت کے دور میں عورتوں کو میراث نہیں ملتی تھی۔ جب اسلام نے ان کے لئے میراث معین کی تو انہوں نے کہا: کاش ہمارا حصہ بھی مردوں جتنا ہوتا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی، ج۵ ۱۴۰۵، ۵: ۱۶۲) لہٰذا اس آیت میں خاص برتری اور فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن اس سے عورتوں کی ملازمت کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

عورتوں کی ملازمت کی حمایت کرنے والے دانشوروں نے ان روایات کا بھی تجزیہ و تحلیل کیا ہے جن کو مخالفین نے اپنے موقف کے اثبات کے لئے پیش کیا ہے۔ یہاں پر ہم بعض روایتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ایسی روایتیں جن میں عورتوں کو گھر میں رہنے کے لئے کہا گیا ہے وہ اس دور کے تہذیبی حالات کے پیش نظر ہے۔ جس دور میں عورتوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، رسول خدا(ص) اور ائمہ اطہار(ع) نے آہستہ آہستہ ان کی سماجی حیثیت سے لوگوں کو آگاہ کیا اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اچانک ان کو معاشرہ کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے کہا جاتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو لوگ اسے قبول بھی نہ کرتے لہٰذا آج کے دور میں ان روایات سے استناد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مرد خاندان کا ذمہ دار ہے اور اس ذمہ داری کو نبھانے کا لازمہ یہ ہے کہ بیوی اس کی اطاعت کرے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اطاعت کے حدود کیا ہیں۔ علامہ طباطبائی فرماتے ہیں کہ ازدواجی امور میں عورت کو مرد کی اطاعت کرنی چاہئے اور متعدد روایات میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ عورت پر مرد کا دوسرا حق یہ ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر جانے سے روک سکتا ہے یعنی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی اور بہت سی معتبر روایات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

وہ روایتیں جو جناب فاطمہ زہرا (س) سے منقول ہیں اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان روایات کا مفہوم یہ ہے کہ اگر گھر اور گھر کے باہر دونوں طرح کے کام موجود ہیں تو گھر کے اندر والا کام عورت کو انجام دینا چاہئے۔ دوسری روایت جس میں بتایا گیا ہے کہ کوئی مرد عورت کو نہ دیکھے، اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے لازمی طور پر گھر میں رہنا اور گھریلو کام کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ممکن ہے ایک عورت گھر کے باہر کام کرتی ہو لیکن وہاں کوئی مرد نہ ہو، مثال کے طور پر ایسا ہاسپٹل جہاں پر صرف خواتین کام کرتی ہیں غیرہ وغیرہ۔

عائشہ سے حضرت علی (ع) کا خطاب بھی ایک خصوصی مسئلہ ہے (جواد آملی، ۱۳۷۱، ص ۳۲۴)۔ جس کا تعلق جنگ جمل اور اس کے بعد سے ہے جب عائشہ نے حضرت علی (ع) کے خلاف خروج کیا اور بصرہ کے بیت المال کو غارت کیا اور مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ظاہر ہے یہ روایت ہر خروج کی مذمت نہیں کرتی بلکہ اس خاص خروج کی مذمت کرتی ہے جس کا مقصد فتنہ و فساد ہے لہٰذا اس کا خواتین کی ملازمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

''لیس عَلی النساءِ جمعة و لا جماعة'' کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے نہ کہ جمعہ و جماعت میں عورتوں کی شرکت منع ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ و جماعت میں شرکت نہ کرنے کی صورت میں عورتوں کو مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا لیکن اگر شرکت کرتی ہیں تو ثواب ضرور ملے گا۔

خواتین کی ملازمت کے مخالفین کی دلیلوں کو رد کرنے کے بعد ہم عورتوں کی ملازمت کے جواز کے لئے دلیلیں پیش کریں گے:

حلی اور اثباتی جواب

قرآن کریم

قرآنی آیتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو فی نفسہ ملازمت سے منع نہیں گیا کیا ہے اور عورتیں، معاشرہ کی معاشی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں اور ملازمت بھی کر سکتی ہیں: ''للرجالِ نصیبٌ مِما اکتَسَبُوا وَلِلنّساءِ نَصیبٌ مِمَّا اکتَسَبنَ'' (نساء، آیت ۳۲)

یہ آیت خواتین کی ملازمت کی طرف دلالت کرتی ہے کیونکہ پہلے یہ فرض کیا گیا ہے کہ عورت ملازمت کرتی ہے اور پھر اس ملازمت سے حاصل ہونے والی آمدنی کے بارے میں بات کی گئی ہے۔(ہادوی تہرانی، ۱۳۷٦، ص۱۰۱) کیونکہ آیت کے مطابق اگر عورت یا مرد کسی ملازمت کے ذریعہ کچھ حاصل کرتے ہیں تو وہ ان کی ملکیت ہے۔

سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۱۰ سے بھی خواتین کی ملازمت کا جواز ثابت ہوتا ہے:" فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ "۔ جیسا کہ تفسیر نمونہ میں ذکر ہے۔ گرچہ "وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ "اور اس سے ملتی جلتی عبارتیں طلب روزی اور تجارت پر دلالت کرتی ہیں لیکن واضح ہے کہ اس کا مفہوم وسیع ہے اور تجارت اس کا ایک مصداق ہے۔

سورہ طلاق کی آیت نمبر ٦ صراحت کے ساتھ رضاعت (دودھ پلانا) کے بارے میں بیان کرتی ہے:" فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ "۔

قرآن کریم اس آیت میں ان مردوں کو خطاب کر رہا ہے جنہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا ہے اور ان کے دودھ پیتے بچے ہیں اور بچے کی ماں بچے کو دودھ پلانے کے لئے تیار ہے۔ ان مردوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ اگر وہ عورتیں تمہارے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں تو ان کی اجرت ادا کردو اور پھر ارشاد ہوتا ہے اور اگر اس بات پر نااتفاقی ہوتی ہے تو دوسری عورت اس بچے کو دودھ پلائے۔

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ اگر مرد اور عورت بچے کو دودھ پلانے کے موضوع پر متفق نہیں ہوتے یا عورت معمول سے زیادہ اجرت طلب کر رہی ہے تو اس صورت میں بچے کے باپ پر لازم ہے کہ بچے کے لئے دایہ کا انتظام کرے تاکہ بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔(طباطبائی، ۱۳۴۰ھ، ج ۱۹، ص۳۱۷؛ ابن جوزی، ۱۴۰۷ھ، ج ۸، ص۴۵؛ قرطبی، ج ۱۴۰۵ھ، ۸، ص۱٦۹؛ طوسی، ۱۴۰۹ھ، ج۱۰، ص۳۷)

گذشتہ دور میں ایسے بچے جن کی ماں انہیں دودھ نہیں پلاسکتی تھیں یا ان کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا، ان کے لئے دایہ کا انتخاب کیا جاتا تھا جیسا کہ حلیمہ سعدیہ اور دوسری عورتیں اسی کام کے لئے مکہ آئیں تھیں۔(یوسفی غروی، ۱۳۸۲، ج ۱، ص ۲۲۲)

دایہ، دودھ پلانے کے بدلے میں اجرت دریافت کرتی تھیں۔ قرآن نے نہ صرف اس کام سے انھیں منع نہیں کیا بلکہ بچوں کے باپ کو اجرت ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

سورہ قصص نے خواتین کو معاشرہ کا حصہ بننے، اجتماعی کاموں میں سہیم ہونے اور نامحرم مردوں سے ان کے برتاؤ کے بارے میں بتایا ہے۔ جناب شعیبؑ کی بیٹیاں اپنے باپ کے بڑھاپے کی وجہ سے اپنے بھیڑوں کو چراتی تھیں اور انہیں پانی پلانے کے لئے دوسرے چرواہوں کے چلے جانے کا انتظار کرتی تھیں۔ (قصص، آیت ۲۳)

ان دلائل سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ایک خاتون اسلامی لباس اور خاص شرائط کے ساتھ اجتماعی فعالیتوں کا حصہ بن سکتی ہے، پیسہ کما سکتی ہے اس کو ملازمت سے مطلقاً منع نہیں کیا گیا ہے۔

سنت (سیرت معصوم)

خواتین کی ملازمت کی حمایت کرنے والے سیرت رسول خدا (ص) سے بھی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ عصر رسالت میں خواتین وسیع پیمانہ پر ملازمت کرتی تھیں اور رسول خدا (ص) نے نہ صرف ان کو اس کام سے روکا نہیں بلکہ بعض جگہوں پر ان کی رہنمائی بھی فرمائی۔ جناب خدیجہ ایک مالدار تاجر تھیں اور پیغمبر اسلام (ص) بھی ایک عرصہ تک آپ کے یہاں تجارت کرتے تھے اور اسلام نے اس سے منع بھی نہیں کیا۔

''حولاء'' عطر بیچنے والی ایک عورت تھی اور رسول خدا (ص) اسے نصیحت کرتے تھے کہ اچھا سامان اور مناسب قیمت پر فروخت کرے اور کبھی ملاوٹی مال استعمال نہ کرے۔ (کلینی، ۱۴۰۷ھ، ج۵، ص۱۵۱)

امام صادق (ع) سے بھی ایک روایت منقول ہے کہ '' زینب عطارہ'' نامی عورت ازواج رسول کے پاس آئی۔ اسی وقت پیغمبر اکرم (ص) گھر میں تشریف لائے اور اس سے فرمایا: ہمارے گھر کو معطر کر دیا۔ زینب نے کہا گھر آپ کی خوشبو سے زیادہ معطر ہے۔ پھر حضرت نے خرید و فروخت کے بعض احکام کو اس کے لئے بیان فرمایا۔

''سمرا بنت نہیک'' بازار میں امر بالمعروف کی ذمہ دار تھیں اور ان کا شمار محتسبین (پولیس) میں ہوتا تھا۔ (طبرانی، ۱۴۰۴ھ، ج ۲۴، ص ۳۱۱)

پیغمبر اکرم (ص) کے دور کی جنگوں میں کچھ خواتین موجود رہتی تھیں جن کا کام پانی پلانا اور زخمیوں کی تیمارداری کرنا تھا۔ مثال کے طور پر '' لیلیٰ غفاری'' جو مختلف جنگوں میں حاضر ہوئیں اور زخمیوں کا علاج کیا۔ (محلاتی، ۱۳۶۹، ج۵، ص ۵۹۵)

''ام عطیہ'' اور ''ام سلمہ'' بھی متعدد جنگوں میں شریک رہی ہیں اور زخمیوں کا علاج کیا ہے۔ (طباطبائی، ۱۳۴۰، ج ۴، ص ۶۹)

روایت

روایات سے بھی خواتین کی ملازمت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم (ص) ارشاد فرماتے ہیں: ''طَلَبُ الحلالِ فریضَةٌ عَلیٰ کُلِ مُسلمٍ وَ مُسلِمَةٍ ''۔ ظاہر ہے کہ مال حلال حاصل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ہم کسی کاروبار یا ملازمت سے وابستہ رہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول خدا (ص) کے دور میں خواتین ملازمت کر سکتی تھیں۔

دوسری روایت میں وارد ہوا ہے: '' رَخّصَ رَسولُ اللہ فِی خُروجِ النّساءِ العواتقَ العیدَینِ لِلتّعرض الرِزْق''۔ رسول خدا (ص) نے طلب رزق کے لئے جوان عورتوں کو روز عید فطر اور عید قربان گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی۔ (طوسی، ۱۴۰۷ھ، ج ۳، ص ۲۸۷)

امام صادق (ع) سے کسی شخص نے اپنی کنیز کے بارے میں دریافت کیا جس کا کام نوحہ خوانی تھا۔ امام (ع) نے سوال کیا کیا وہ اس کے بدلے پہلے سے ہی اجرت طے کرتی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم کہ پہلے طے کرتی ہے یا نہیں۔ امام (ع) نے فرمایا اس عورت سے کہو پہلے سے اجرت طے نہ کرے بلکہ جو دیا جائے اسے قبول کرلے۔ (کلینی، ۱۴۰۷ھ، ج ۵، ص ۱۵۱)

امیر المؤمنین (ع) سے منقول ہے کہ آپ نے ام حسن نخیعہ سے فرمایا: سب سے زیادہ حلال ذریعہ معاش بُنائی ہے۔ یعنی امام نے نہ صرف اسے اس کام سے نہیں روکا بلکہ یہ جملہ '' کہ سب سے حلال ذریعہ معاش بُنائی ہے '' ارشاد فرما کر اس کام کو کرتے رہنے پر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ (مذکورہ حوالہ)۔ امام صادق (ع) سے روایت ہے رسول خدا (ص) کی ملاقات ایسی عورت سے ہوئی جس کا کام دوسری عورتوں کا سنگھار کرنا تھا۔ حضرت (ص) نے اس سے سوال کیا کیا تم نے یہ کام چھوڑ دیا ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں میں اب بھی وہی کام کرتی ہوں مگر یہ کہ آپ مجھے منع کردیں۔ حضرت (ص) نے نہ صرف اس کو اس کام سے نہیں روکا بلکہ اسے کچھ امور کی طرف رہنمائی بھی فرمائی۔ (کلینی، ۱۴۰۷ھ، ج ۵، ص ۱۵۱)

دائی کے پیشہ کے حوالے سے یہ کہنا ضروری ہے کہ صاحب وسایل نے وسایل الشیعہ کے ایک باب کو کراہت نکاح با قابلہ (بچہ پیدا کرنے والی خاتون) کا عنوان دیا ہے (حر عاملی، ۱۴۱۶ھ، ج ۲۰، ص ۵۰۰) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے کام عصر رسالت میں رائج تھے اور روایات میں اس سے منع نہیں کیا گیا ہے۔
پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات نے خواتین کو گھر سے باہر کام کرنے سے منع نہیں کیا ہے۔ (طباطبائی، ۱۳۴۰ھ، ج ۴، ص ۵۴۹)

خواتین کی ملازمت اور اسلامی ضوابط و حدود

اسلام نے اسلامی معاشرہ کی مصلحت، خاندان کی بنیادوں کی حفاظت اور خواتین کی مصلحتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں کچھ حدود و ضوابط مقرر کئے ہیں جو کچھ اس طرح ہیں:

۱. شوہر کی اجازت سے ہی گھر سے باہر نکلنا: اگر عورت کو ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے باہر نکلنا ہے تو اس کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ اکثر فقہاء کا یہ ماننا ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ بعض فقہا کا یہ نظریہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جا سکتی ہے بشرطیکہ جنسی تعلقات میں شوہر کا حق ضائع نہ ہو رہا ہو۔ (فضل اللہ، ۱۳۸۲، ص ۶۵)
امام خمینی کی نظر میں شوہر کی اجازت کے بغیر زوجہ کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ (خمینی، ۱۳۷۹، ص ۲۸۸-۲۸۹

آیت اللہ خوئی کا یہ فتویٰ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر زوجہ کا گھر سے سے باہر نکلنا تبھی ناجائز ہے اگر اس سے شوہر کے حق استمتاع پر حرف آتا ہو۔ اگرچہ احتیاط مطلق یہی ہے کہ زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔ (خوئی، ۱۳۷۹، ج ۲، ص ۲۱)

افراد خانہ کی ذمہ داری مرد پر ہے لہذا گھر سے باہر نکلنے کے لئے بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ شوہر کی اجازت لے۔ لیکن دوسری طرف، مرد کو یہ حق نہیں کہ وہ بلاوجہ عورت کو ملازمت سے روکے بلکہ اگر کسی مفسدہ کا اندیشہ نہیں ہے تو عورت کو ملازمت کی اجازت دینی چاہیئے۔

۲. پردہ کی رعایت: اسلام نے اسلامی معاشرہ اور عورتوں کے تحفظ کے لئے کچھ ضوابط مقرر کئے ہیں اور ظاہر ہے کہ کام کرنے والی جگہ پر بھی اس کی رعایت ضروری ہے۔ ان میں سے ایک شرط پردہ کا خیال ہے۔ پردہ یا حجاب کی

بنیاد یہ ہے کہ جنسی لذت صرف و صرف گھر کی چار دیواری میں اور میاں بیوی سے مخصوص ہے اور کام کرنے کی جگہ تبرج (بناؤ سنگھار) کی جگہ نہیں ہے۔

۳۔ ناموں سے فاصلہ بنا کر رکھنا

تیسری شرط یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان ایک فاصلہ بنا رہے اور حرمتوں کا خیال کیا جائے ورنہ عفاف و پاکدامنی پر حرف آتا ہے۔ شہید مطہری تحریر کرتے ہیں: رسول خدا(ص) کے دور سے مسلمانوں کی یہ سنت رہی ہے کہ عورتوں کو مجالس میں شرکت کرنے سے منع نہیں کیا جاتا تھا لیکن فاصلوں کی رعایت کی جاتی تھی۔ (مطہری، ۱۳۷۹، ج ۱۹، ج ۵۵۰، ص ۵۵۱)

منابع:

۱۔ قرآن کریم

۲۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن بن علی (۴۰۷)، زاد المسیر فی علم التفسیر، بیروت، دار الکتاب العربیہ

۳۔ تہرانی ہادوی، مہدی، (۱۳۷۶)، ضوابط شرعی اشتغال زنان، مجلّہ پیام حوزہ، ش ۱۴

۴۔ پاینده، ابوالقاسم، (۱۳۶۰)، نہج الفصاحۃ، تہران، جاویدان

۵۔ جوادی آملی، عبداللہ (۱۳۷۵)، فلسفہ حقوق بشر، قم، اسرا

۶۔ جصاص، احمد بن علی، (۱۴۰۵)، احکام القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی

۷۔ حسینی طہرانی، محمد حسین (۱۳۶۶)، رسالہ بدیعہ، تہران، صدرا

۸۔ حکیم پور، محمد، (۱۳۸۴)، حقوق زن در کشاکش سنت و تجدد، تہران، نغمہ نواندیش

۹۔ خمینی، روح اللہ، (۱۳۷۹)، تحریر الوسیلہ، قم، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی

۱۰۔ خمینی، روح اللہ، (۱۳۷۸)، صحیفہ امام، قم، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی

۱۱۔ خمینی، روح اللہ، (۱۳۸۱)، صحیفہ نور، قم، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی

۱۲۔ خوئی، ابوالقاسم، (۱۳۷۹)، منہاج الصالحین، قم، مدینۃ العلم

۱۳۔ سعید زادہ، محمد، (۱۳۷۴)، مشاغل زنان در عصر رسالت، مجلّہ پیام زن، ش ۳۸

۱۴۔ طباطبائی، محمد حسین، (۱۳۴۰)، المیزان، قم، انتشارات اسلامی

۱۵۔طباطبائی یزدی محمد کاظم، (۱۳٦٦)، عروۃالوثقی، قم، میثم تمار
۱٦۔طوسی، ابو جعفر، محمد بن حسن، (۱۴۰۷)، تہذیب الاحکام، تہران، دار الکتب اسلامیہ
۱۷۔طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، (۱۴۰۹)، التبیان فی تفسیر القرآن، قم، مکتب الاعلام الاسلامی
۱۸۔عاملی بن حسن بن علی، حر بن محمد، (۱۴۱٦)، تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ، قم، مؤسسہ آل البیت لاحیاء التراث
۱۹۔قرطبّی، محمد بن احمد انصاری، (۱۴۰۵)، تفسیر قرطبّی، بیروت، دار احیاء التراث العربی
۲۰۔محلاتی، ذبیح اللہ، (۱۳٦۹)، ریاحین الشریعہ در ترجمہ دانشمندان بانوان شیعہ، تہران، دار الکتب اسلامیہ
۲۱۔مجلسی، محمد باقر (علامہ مجلسی)، (۱۴۰۳)، بحار الانوار، بیروت، مؤسسہ الوفاء
۲۲۔مطہری، مرتضی، (۱۳۷۹)، مجموعہ آثار، قم، صدرا
۲۳۔مکارم شیرازی، ناصر، (۱۳۸۳)، تفسیر نمونہ، تہران، دار الکتب اسلامیہ
۲۴۔یوسفی غروی، محمد ہادی، (۱۳۸۲)، تاریخ تحقیقی اسلام، قم، مؤسسہ پژوہشی امام خمینی
۲۵۔فضل اللہ، محمد حسین، (۱۳۸۲)، دنیای زن، تہران، دفتر نشر پژوهش ونشر سہروردی۔